خطبہ جمعہ

رحمٰن وہ ہے جو بلا مبادلہ رحم کرنے والا ہے۔ رحمانیت کا تعلق نہ صرف یہ کہ قرآن مجید کے نزول سے ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے بھی ہے، اسی لئے آپؐ کو رحمۃ للعالمین فرمایا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش خدا کی رحمانیت کا مظہر تھی۔

رحمٰن خدا کے انکار کے نتیجہ میں دنیا پر بڑی تباہیاں آنے والی ہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۶؍جولائی ۲۰۰۱ء/۶؍وفا ۱۳۸۰ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے، بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک۔

یہاں صفت رحمانیت کا بیان ہو رہا ہے۔ پہلے اس سے رحمٰن اور رحیم دونوں کا جو اکٹھا مجموعہ ہے اس کے متعلق کافی بات ہو چکی ہے لیکن جب دوبارہ ہم نے دیکھا تو رحمانیت کی صفت سے متعلق بہت سی آیات رہ گئی ہیں۔ آیات کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لفظ رحمٰن سے متعلق بہت سے الہامات ہوئے ہیں۔ پس آج میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں سے لفظ رحمٰن والے الہامات پیش کرتا ہوں:۔

کاپی الہامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام:

اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ ذُوْاللُّطْفِ وَالنَّدٰی. اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ ذُوْالْمَجْدِ وَالْعُلٰی۔ مَیں ہی لطف اور بخشش کا مالک رحمٰن ہوں، مَیں ہی بزرگی اور بلندی کا مالک ہوں۔ پھر الہام ہے اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ سَاَجْعَلُ لَكَ سهُوْلَةً فِی اَمْرِكَ۔ مَیں ہی تیرے لئے تیرے کام میں سہولت پیدا کروں گا۔ پھر الہام ہے اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ اُقْدِرُ مَا اَشَاءُ مَیں رحمٰن خدا ہوں جو چاہتا ہوں مقدر کرتا ہوں۔ پھر الہام ہے اِنِّی اَنَاالرَّحْمٰنُ فَانْتَظِرْ مَیں رحمٰن ہوں میری مدد کا منتظر رہ۔ پھر اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ لَا يَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ۔ مَیں رحمٰن ہوں مُرسَل میرے پاس نہیں ڈرا کرتے۔

پھر لفظ رحمٰن سے تعلق میں ایک الہام ہے اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ لَا يُخْزٰی عَبْدِیْ وَلَا يُهَانُ. عِشْقُكَ قَائِمٌ وَوَصْلُكَ دَائِمٌ۔ مَیں ہی رحمٰن ہوں، میرا بندہ رسوا نہیں کیا جاتا اور نہ اسے ذلیل کیا جاتا ہے۔ تیرا عشق قائم ہے اور تیرا تعلق ہمیشہ رہنے والا ہے۔

پھر ایک الہام ہے اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ اَصْرِفُ عَنْكَ سُوْٓءَ الْاَقْدَارِ۔ تحقیق مَیں رحمٰن ہوں، مَیں بری قضا و قدر تجھ سے پھیر دوں گا۔ پھر ایک الہام ہے ۳؍مارچ ۱۹۰۱ء کا اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ دَافِعُ الْاَذٰی۔ مَیں رحمٰن ہوں تکلیفوں کو دور کرنے والا۔ اب یہ ۱۹۰۱ء کا جو الہام ہے اس کا خاص تعلق ہم سے معلوم ہوتا ہے۔ وَاِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ نَاصِرُ حِزْبِهٖ اور مَیں ہی رحمٰن ہوں اپنی جماعت کی مدد کرنے والا۔ پس ہم بھی رحمٰن خدا سے ہی جماعت کے لئے اس عاجزی کی حالت میں مدد طلب کرتے ہیں۔

اب قرآن کریم کی آیات میں جہاں لفظ رحمٰن آتا ہے وہ شروع کرتا ہوں۔ ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾۔ یہاں رحمٰن کے ساتھ رحیم بھی ہے اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، کوئی معبود نہیں مگر وہی رحمٰن اور رحیم۔ (سورۃ البقرہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے جسے اللہ کہتے ہیں۔ ہر ایک کاملہ صفت سے موصوف، ہر ایک بُرائی سے پاک۔ بن مانگے احسانات کرنے والا۔ مانگنے والوں کے سوال و محنت پر عنایت فرمانے والا۔ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں“۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۳۸)

آپؓ مزید بیان فرماتے ہیں کہ:۔

”اوپر کی آیات میں کفار پر لعنتوں کا ذکر ہے۔ اب ان سے بچنے کا ایک نسخہ بتلایا ہے۔ اللہ کی طرف جھک جانا جو اپنی ذات و صفات میں یگانہ ہے۔ یہاں اس معبود کی دو عظیم الشان صفتوں کا ذکر ہے۔ الرَّحْمٰنُ: بلا مبادلہ رحم کرنے والا“۔ اب رحمٰن اس وقت سے ہے جب سے آفرینش سے کائنات کا وجود شروع ہوا ہے۔ بلا مبادلہ اس نے رحم کیا ہے بغیر کسی بدلہ کی خواہش کے، بغیر کسی بدلہ کے امکان کے۔ ”الرَّحِيْمُ: سچی محنتوں کو ضائع نہ کرنے والا بلکہ ان پر ثمرات مرتب کرنے والا۔ اب اپنی ہستی اور صفت رحمانیت کا ثبوت دیتا ہے۔ پہلا ثبوت آسمان و زمین کی پیدائش ہے اور رات و دن کا اختلاف۔ ایک چھوٹی سی پیالی انسان کسی کے پاس دیکھے تو یہ کبھی وہم میں نہیں آتا کہ خود بخود بن گئی تو اتنا بڑا آسمان و زمین دیکھ کر یہ یقین کیوں حاصل نہ ہو کہ ان کا پیدا کرنے والا بھی کوئی ہے“۔

(ضمیمہ اخبار بدر۔ قادیان۔ ۲۵؍ مارچ ۱۹۰۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الرَّحْمٰنِ ذُوالْمَجْدِ وَالْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ. ثُمَّ جَعَلَ مِنْ لِّسَانٍ وَاحِدَةٍ اَلْسِنَةً فِی الْبُلْدَانِ كَمَا جَعَلَ مِنْ لَّوْنٍ وَّاحِدٍ اَنْوَاعَ الْاَلْوَانِ وَجَعَلَ الْعَرَبِيَّةَ اُمًّا لِّكُلِّ لِسَانٍ“۔ یہ منن الرحمٰن میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات لی گئی ہیں۔ تمام تعریفیں اس اللہ کو جو رب اور رحمٰن ہے بزرگی اور فضل اور احسان اسی کی صفات ہیں، انسان پیدا کیا، اس کو بولنا سکھایا، پھر ایک زبان سے کئی زبانیں شہروں میں جاری کر دیں جیسا کہ ایک رنگ سے کئی رنگ انواع واقسام کے بنا دئے اور عربی کو ہر ایک زبان کی ماں ٹھہرایا“۔

اسی کتاب کے حاشیہ میں یہ عبارت درج ہے: ”رحمت الٰہی نے دو قسم سے ابتدائی تقسیم کے لحاظ سے بنی آدم پر ظہور اور بروز فرمایا ہے اول وہ رحمت جو بغیر وجود عمل کسی عامل کے بندوں کے ساتھ شامل ہوئی جیسا کہ زمین اور آسمان اور شمس و قمر اور ستارے اور پانی اور ہوا اور آگ۔ وہ تمام نعمتیں جن پر انسان کی بقاء حیات موقوف ہے کیونکہ بلا شبہ یہ تمام چیزیں انسان کے لئے رحمت ہیں جو بغیر کسی استحقاق کے محض فضل اور احسان کے طور پر اس کو عطا ہوئے ہیں اور یہ ایسا فیض خاص ہے جو انسان کے سوال کو بھی اس میں دخل نہیں بلکہ اس کے وجود سے بھی پہلے یہ چیزیں اس بزرگ رحمت نے جو انسان کی زندگی انہی پر موقوف ہے وہ پیدا فرمائیں اور پھر باوصف اس کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ یہ تمام چیزیں انسان کے کسی نیک عمل سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ انسانی گناہ کا علم بھی جو خدا تعالیٰ کو پہلے سے تھا ان رحمتوں کے ظہور سے مانع نہیں ہوا“۔ یعنی خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان گنہگار ہو گا اس کے باوجود اس نے اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔

”کوئی آواگون کا قائل یا تناسخ کا ماننے والا گو کیسا ہی اپنے تعصب اور جہالت میں غرق ہو مگر یہ بات وہ منہ پر نہیں لا سکتا کہ انسان ہی نیک کاموں کا پھل اور نتیجہ ہے جس کے آرام کے لئے زمین پیدا کی گئی یا اس کی تاریکی دور کرنے کے لئے آفتاب و ماہتاب بنایا گیا، اس کے کسی نیک عمل کی جزا میں پانی اور اناج پیدا کیا گیا، اس کے کسی زہد و تقویٰ کی پاداش میں سانس لینے کے لئے ہوا بنائی گئی کیونکہ انسان کے وجود اور زندگی سے بھی پہلے یہ چیزیں موجود ہو چکی ہیں اور جب تک ان چیزوں کا وجود پہلے

فرض نہ کیا جائے تب تک انسان کے وجود کا خیال بھی ایک خیالِ محال ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ یہ چیزیں جن کی طرف انسان اپنے وجود حیات اور بقاء کے لئے محتاج تھا وہ انسان کے بعد ظہور میں آئے ہوں جو خود انسانی وجود جس احسن طور کے ساتھ ابتداء سے تیار کیا گیا ہے یہ تمام وہ باتیں ہیں جو انسان کی تکمیل سے پہلے ہیں اور یہی ایک خاص رحمت ہے جس میں انسان کے عمل اور عبادت اور مجاہدہ کو کوئی بھی دخل نہیں"۔

پھر سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۳۱ ہے ﴿كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ. قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾ اسی طرح ہم نے تجھے ایک ایسی امت میں بھیجا جس سے پہلے کئی امتیں گزر چکی تھیں تاکہ تو ان پر وہ تلاوت کرے جو ہم نے تیری طرف وحی کیا حالانکہ وہ رحمان کا انکار کر رہے ہیں۔ اب یہاں قرآن کریم کی وحی کو رحمانیت سے جوڑا گیا ہے جیسا کہ اور آیات میں بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رحمٰن ایک صرف کائنات کا رحمٰن نہیں یعنی بن مانگے کائنات کو دینے والا بلکہ بن مانگے اس نے قرآن جیسی نعمت بھی عطا کی۔ تو کہہ دے وہ میرا رب ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ اسی پر مَیں توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میرا عاجزانہ جھکنا ہے۔

علامہ فخر الدین رازیؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے ﴿وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ان کفار مکہ کا یہ حال ہے کہ اس خدائے رحمان کا جس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے انکار کرتے ہیں حالانکہ ہر وہ نعمت جو ان کے پاس ہے وہ خدائے رحمٰن کی طرف سے ہی ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا بھی انکار کر دیا کہ تیرے جیسا بزرگ نبی اس نے ان کے پاس بھیجا ہے"۔ پس رحمانیت کا تعلق نہ صرف یہ کہ قرآن کے نزول سے ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وجود سے بھی ہے۔ اسی لئے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا گیا ہے۔ "اور انہوں نے خدا کی اس نعمت کا بھی انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں معجزانہ کلام کے طور پر یہ قرآن نازل فرمایا"۔

پھر سورۃ بنی اسرائیل میں یہ آیت ہے ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ. اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل:۱۱۱)۔ تو کہہ دے کہ خواہ اللہ کو پکارو خواہ رحمان کو جس نام سے بھی تم پکارو سب اچھے نام اُسی کے ہیں اور اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز میں پڑھ اور نہ اسے بہت دھیما کر اور ان کے درمیان کی راہ اختیار کر۔

سوال یہ ہے کہ رحمٰن کو پکارنا اور یہ کہنا کہ سب اچھے نام اسی کے ہیں اس کے ساتھ اس بات کا کیا تعلق ہے کہ نماز بہت اونچی آواز میں نہ پڑھ اور نہ اسے بہت دھیما کر۔ اس ضمن میں حضرت ابن عباس سے اسی آیت سے متعلق ایک روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں مخفی الحال رہ رہے تھے۔ جب آپ اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو تلاوت قرآن باآواز بلند کرتے۔ پس جب مشرک لوگ آپ کی آواز کو سنتے تو قرآن کو، قرآن نازل کرنے والے کو، قرآن لانے والے کو گالیاں دیتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کہا ﴿وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ یعنی قرآن کی قراءت اتنی اونچی نہ کرو کہ اس کو سننے کے بعد مشرک قرآن کو گالیاں دیں۔ ﴿وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ کا مطلب ہے کہ قرآن کو اتنا آہستہ بھی نہ پڑھ کہ اس کو تیرے صحابہ بھی نہ سن سکیں۔ ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ اور ان دونوں کی درمیانی راہ اختیار کر۔ (مسلم کتاب التفسیر)

اب سورۃ مریم کی یہ آیت ہے ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ. اِذِانْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا. فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَآ رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا. قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا﴾ (مریم:۱۷-۱۹) یہاں جب وہ فرشتہ خبر لے کے آیا تو ظاہری طور پر ایک انسان کی شکل ہی میں آیا تھا۔ اور ایسا انسان تھا جو نہایت خوبصورت اور متوازن جسم والا تھا۔ اس فرشتہ کے آنے پر حضرت مریم صدیقہ کو یہ احساس ہو گیا کہ یہ اچھی نیت سے نہیں آیا کیونکہ آپ کو یہ تو معلوم نہیں تھا کہ یہ فرشتہ ہے۔ یہ معلوم تھا کہ بہت ہی خوبصورت متوازن جسم والا انسان ہے۔ اس پر آپؑ نے پناہ مانگی رحمان خدا کی۔ اب اس میں رحمان خدا سے پناہ کا کیا موقع ہے۔ رحمان خدا سے پناہ کا یہ موقع ہے کہ آپ کو یہ یقین تھا کہ آپ کو جو بیٹا عطا ہو گا وہ اللہ کی رحمانیت کے نتیجہ میں عطا ہو گا اور کسی انسانی کوشش کا اس میں کوئی دخل نہیں ہو گا۔ اس لئے رحمان خدا کی پناہ میں آپ آئیں اور اُسی کی پناہ کا ذکر فرمایا جس کے متعلق آپ کو یقین تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش خدا کی رحمانیت کا مظہر ہو گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"پہلے حضرت زکریاؑ کی دعاؤں کا ذکر کیا پھر مریم کا۔ کہ کس طرح مشکلات کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں آسانیاں دیں۔ اسی طرح رسول کریمؐ کو تسلی دیتا ہے کہ دین اسلام ان مشکلات سے نکل جائے گا۔ مومنین کو چاہئے کہ اللہ پر بڑی بڑی امیدیں رکھیں۔ (بدر۔ ۲۴/اگست ۱۹۱۱ء)

اب یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی تشریح ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس کا اسلام کا مشکلات میں سے نکلنے سے کیا تعلق ہے۔ جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے اس کا تعلق یہی ہے کہ حضرت مریمؑ کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح ایک بیٹا عطا کیا تھا اسی طرح خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی ذکر فرمایا کہ مَیں اپنے خاص بندے کو اپنی طرف سے مریمی صفات عطا کروں گا اور اس کے اندر سے وہ روحانی بیٹا پیدا ہو گا جو مسیح ہو گا۔

پس اس طرف اشارہ ہے دراصل کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہی مریمی صفات بھی عطا کی گئیں یعنی وہ پاکیزہ نفس جس کا انسانی خواہش سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان مریمی صفات کے بعد پھر انہی صفات میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو روحانی طور پر عیسیٰ بنایا اور یہ جو مسئلہ ہے یہ مسلمان مولویوں کے لئے بہت مشکل مسئلہ ہے۔ وہ ہمیشہ تضحیک سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم جب بنایا گیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو کیا نعوذ باللہ من ذٰلک، ان کے قول کے مطابق، آپ کو حیض آتا تھا اور آپ اسی طرح مریم بنے جس طرح عورتیں ہوا کرتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تضحیک کا کوئی جواب نہیں دیتے سوائے اس کے کہ یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو نہیں فرماتے لیکن مَیں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر یہی بات ہے تو قرآن کریم نے دو عورتوں کی مثال دی ہوئی ہے۔ ایک حضرت مریم کی جو اعلیٰ درجہ کی مثال ہے۔ اس میں کسی نفس کی ملونی شامل نہیں ہے اور ایک فرعون کی بیوی کی مثال ہے جو نسبتاً ادنیٰ درجہ کے مومن کی مثال ہے لیکن یہ بھی بڑی عظیم الشان ہے۔ تو مَیں مولویوں سے ہمیشہ پوچھا کرتا ہوں کہ اگر تم مریمی صفات کے حامل نہیں ہو سکتے اور نہ کبھی ہو سکتے ہو تو فرعون کی بیوی بن کے دکھا دو اور پھر سوچو کہ تم کیا کرو گے اس وقت جب تمہارے نزدیک فرعون تمہارا خاوند ہو گا۔ تو یہ تضحیک کی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ یہ تضحیک ان لوگوں پر الٹا دیا کرتا ہے۔

ایک دفعہ مجھے یاد ہے مسجد مبارک میں کراچی سے وفد آیا ہوا تھا۔ وہاں ایک مولوی نے بہت بڑھ چڑھ کر اور بہت ہی نخروں کے ساتھ یہ اعتراض کیا، یہ سب کچھ منظور ہے مجھے یہ سمجھا دیں کہ حضرت مسیح موعودؑ مریم کیسے بنے۔ مَیں نے کہا وہ تو تم سمجھ نہیں سکتے، تم گندی فطرت کے آدمی ہو، تم مجھے یہ سمجھاؤ کہ دو میں سے ایک تو تمہیں ضرور بننا ہو گا۔ اگر مریم نہیں بن سکتے تو فرعون کی بیوی بننا ہو گا۔ تو فرعون کی بیوی بن کر بتاؤ تمہارا کیا حال ہو گا۔ باقی باتیں مَیں تفصیل سے نہیں کہنا چاہتا، شرم ہے اور حیا مانع ہے مگر تمہیں تو کوئی شرم نہیں ہے، تم خود سوچ لو۔ یہ سنتے ہی وہ بھاگ گیا اور پھر دوبارہ اس مجلس سے نکل کر سیدھا کراچی جا پہنچا اور کبھی پھر اس نے کسی احمدی کا سامنا اس معاملہ میں نہیں کیا۔

تو یہ چیزیں رحمانیت سے تعلق رکھنے والی ہیں اور رحمٰن خدا ہی کی رحمت ہے کہ وہ اپنے بندے کو بغیر اس کی خواہش کے، بغیر اس کے نفس کے اعلیٰ درجہ کی صفات روحانی عطا کرتا ہے اور پھر اسی میں سے وہ عیسیٰ پیدا کرتا ہے جیسے مریم کو بغیر کسی ذاتی نفسانی خواہش کے حضرت عیسیٰ عطا کئے گئے تھے۔

سورۃ مریم ہی کی ایک اور آیت ہے ﴿يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِالشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا. يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا﴾ (مریم:۴۵-۴۶)۔ کہ اے میرے باپ ﴿لَا تَعْبُدِالشَّيْطٰنَ﴾ شیطان کی عبادت نہ کر ﴿اِنَّ

الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا﴾ شیطان وہ بد بخت چیز ہے جس نے رحمان کا انکار کر دیا جبکہ رحمانیت کے انکار کے بعد کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ﴿يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ﴾ یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے اپنے باپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہ اے میرے باپ مَیں ڈرتا ہوں کہ تجھے رحمٰن خدا سے عذاب پہنچے گا ﴿فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا﴾ اس کے نتیجہ میں تو سوائے شیطان کے اور کسی کا دوست نہیں ہو گا اور شیطان تیرا دوست ہو گا۔

اب رحمان خدا سے عذاب پہنچنا ایک عذاب کی بہت ہی بھیانک شکل ہے کیونکہ رحمانیت تو ہر چیز پر حاوی ہے۔ اگر رحمٰن ہوتے ہوئے بھی اس کا عذاب کسی کو پہنچ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے رحمانیت کے ہر تقاضے، ہر احسان کا انکار کر دیا ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لفظِ رحمٰن کے بعد یہ آیت رکھی ہوئی ہے کہ مَیں رحمان ہوں بہت ہی بخشش کرنے والا لیکن ﴿اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ تو جو رحمانیت کا انکار کر دے گا وہ بہت سخت عذاب کا اپنی زبان سے اقرار بلکہ اصرار سے مانگے گا۔

اب حضرت مریم کے ہاں جب پیدائش ہوئی ہے اس سے پہلے کی ایک آیت میں پھر لفظ رحمٰن آیا ہے۔ پس کیسا تسلسل ہے لفظ رحمٰن کا اور حضرت مریم کے بچے کا، یہ اتفاقی حادثہ نہیں ہو سکتا، ۲۳ سال کے عرصہ میں قرآن نازل ہوا ہے اور ۲۳ سال کے عرصہ میں ایک بھی تضاد نہیں۔ ہر جگہ میسحیت کی پیدائش کو رحمانیت سے جوڑا گیا ہے۔ پس قرآن کریم خود اپنی زندگی کا ثبوت اور خدا کی رحمت کا ثبوت ہے جب تک رحمٰن خدا یہ قرآن جاری نہ فرماتا کوئی اپنی طرف سے بغیر کسی تضاد کے مسلسل رحمانیت کے متعلق ویسا ہی بیان نہ دیتا چلا جاتا کہیں نہ کہیں تو کوئی تضاد ملتا۔

اس آیت میں حضرت مریمؑ کو فرشتہ مخاطب کر کے کہتا ہے، یا اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے کہتا ہے ﴿فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا﴾ تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر ﴿فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا﴾ پس اگر تو کبھی کسی انسان کو دیکھے ﴿فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا﴾ کہہ دے مَیں نے اپنے رب رحمٰن سے یہ عہد کیا ہے کہ مَیں خود کلام نہیں کروں گی ﴿فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا﴾ (مریم:۲۷) پس اپنے رحمٰن سے جو مَیں نے عہد کیا ہے مَیں اس پر قائم ہوں اور مَیں اب کسی انسان سے خود کلام نہیں کروں گی۔

اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو بچپن ہی میں اپنے نبی ہونے کا اور نبوت کے احکام نازل ہونے کا ذکر آپ کو سکھا دیا تھا۔ اب لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بچپن مین کیسے وہ نبی تھے۔ وہ نبی تو نہیں تھے اس وقت، یہ درست ہے آپ نبی نہیں تھے مگر بچہ خوابوں میں دیکھ سکتا ہے اور نیک بچے کو نیک خوابیں ہی آتی ہیں۔ جو بچہ ولد حرام ہو جیسا کہ آپ پر نعوذ باللہ من ذٰلک الزام لگایا جاتا تھا اس کو تو گندی خوابیں آنی چاہئیں تھیں لیکن حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے بچپن کے زمانہ میں بھی نہایت ہی اعلیٰ اور پاکیزہ خوابیں آتی تھیں اور حضرت مریم سے جب وہ سوال کرتے تھے کہ تیرا باپ تو بڑا پاکیزہ تھا تجھے کیا ہو گا تو خود بات کرنے کی بجائے حضرت مسیح کی طرف اشارہ فرما دیا کرتی تھیں، کہتیں اس سے پوچھو اور وہ چھوٹا سا بچہ پنگھوڑے میں باتیں کرنے والا یہ کہا کرتا تھا کہ مَیں تو وہ ہوں جسے کتاب دی گئی ہے، جسے نبی بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس پر بہت سارے انعامات کئے ہیں تو بچے کو کیسے خیال خود بخود آ گیا۔ یہ وہم غلط ہے کہ اس وقت کتاب دی گئی تھی یہ ایک پیشگوئی تھی جو آئندہ جا کے پوری ہونی تھی۔ پس حضرت مسیح کو اس میں زکوٰۃ کا بھی حکم ہے بچہ تو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ آئندہ جس زمانہ میں آپ زکوٰۃ کے قابل ہونے تھے آپ کو یہ حکم ملنا تھا۔

پھر سورۃ مریم ہی کی یہ آیت نمبر ۵۹ ہے ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ﴾ یہ سب وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ﴿مِّنَ النَّبِيّٖنَ﴾ نبیوں میں سے ﴿مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ﴾ آدم کی اولاد میں سے، گویا جتنے بھی نبی ہیں آدم سے لے کر آپ تک وہ سارے کے سارے انعام یافتہ ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ ﴿وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ﴾ اور ان پر بھی انعام فرمایا جن کو ہم نے حضرت نوح کے ساتھ سیلاب سے پناہ دی ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ﴾ اور ابراہیم کی ذریت کو بھی اور اسرائیل کو بھی ہم نے اپنی نعمتیں عطا فرمائیں ﴿وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا﴾ اور ہر اس شخص کو جس کو ہم نے ہدایت دی اور چن لیا ﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ جب ان پر رحمٰن خدا کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں ﴿خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ وہ سجدہ کرتے ہوئے جھک جاتے ہیں اور روتے ہوئے جھک جاتے ہیں۔

اب اس آیت کے سامنے السجدہ لکھا ہوا ہے اس کا یہ مطلب ضروری نہیں کہ یہیں اب سب لوگ سجدہ کریں۔ اپنے گھروں میں جا کر یاد رکھیں اور سجدہ کر لیں ورنہ رستے میں چلتے جب بازاروں میں انسان یہ آیت سنتا ہے تو یہ مطلب نہیں کہ وہیں گندی جگہ پہ سجدہ کر دیا جائے مگر گندی ہو یا صاف جگہ ہو فوری سجدہ ضروری نہیں ہے۔ واپس جا کے اپنے گھروں میں اپنی طرف سے سجدہ کر لینا کیونکہ یہ وہ سجدہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ بھی سجدہ کیا کرتے تھے۔

پھر سورۃ مریم ہی کی ایک اور آیت ہے ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ﴾ اس کے بعد انہوں نے ایک ایسی نسل پیچھے چھوڑی کہ جنہوں نے ﴿اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ﴾ جنہوں نے نمازیں ضائع کر دیں اور شہوات کی پیروی کی۔ حالانکہ حضرت مریم نے نہ کبھی نمازیں ضائع کیں نہ کبھی شہوات کی پیروی کی ﴿فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ پس ضرور وہ گمراہی کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔ سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل بجا لایا تو یہی وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہونگے اور ذرا بھی ظلم نہیں کئے جائیں گے، ہیشگی کی جنتوں میں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غیب سے وعدہ کیا ہے۔ یقیناً اس کا وعدہ ضرور پورا کیا جاتا ہے۔ اب ہیشگی کی جنت کا رحمانیت سے کیا تعلق ہے۔ اگر صرف رحیمیت سے تعلق ہوتا تو ان کو بہت زیادہ بھی بدلہ دے دیا جاتا تو پھر بھی ہیشگی کی رحمتیں تو ان کو نہیں مل سکتی تھیں۔ یہ صرف رحمان خدا کی طرف سے ہے کہ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور جو اس کے ساتھ، اس کی رضا کے ساتھ منسلک ہو جائے گا اس کی جنتیں بھی ہمیشہ کے لئے ہونگی اور وہ جنتیں کیسی ہونگی؟ وہ ان میں کوئی لغو باتیں نہیں سنیں گے۔ صرف سلام سلام کی آوازیں سنیں گے اور ان کے لئے ان کا رزق ان میں صبح و شام میسر کیا جائے گا۔ (مریم: ۶۰-۶۳)

پھر سورۃ مریم ہی کی آیت ہے ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا. ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾ (مریم: ۶۹-۷۰) پس تیرے رب کی قسم! ہم انہیں ضرور اکٹھا کریں گے اور شیطانوں کو بھی، پھر ہم انہیں لازماً جہنم کے گرد اس طرح حاضر کریں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہونگے۔ تب ہم ہر گروہ میں سے اسے کھینچ نکالیں گے جو رحمٰن کے خلاف بغاوت میں سب سے زیادہ سخت تھا۔

اب دیکھئے سورۃ مریم میں رحمانیت کی کیسی تکرار ہے۔ یہ حیرت انگیز کلام ہے جو خدا کے کلام کے سوا ممکن ہی نہیں۔ ایک ہی سورۃ میں اس کثرت سے رحمانیت کا ذکر جس میں رحمانیت کا مظہر حضرت مریم کو بنایا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا گیا۔ فرمایا پھر جنہوں نے رحمان کے خلاف بغاوت کی ہے ہم ان پر بہت سختی کریں گے۔

پھر سورۃ مریم میں ایک دفعہ پھر فرمایا ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا. حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ. فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا﴾ (مریم: ۷۶)۔ تُو کہہ دے جو گمراہی میں ہوتا ہے رحمان اُسے ضرور کچھ مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ آخر جب وہ اُسے دیکھ لیں گے جس کا وہ وعدہ دیئے جاتے ہیں، خواہ وہ عذاب ہو یا قیامت کی گھڑی، تو وہ ضرور جان لیں گے کہ کون مرتبے کے لحاظ سے بدترین اور جتھے کے لحاظ سے سب سے زیادہ کمزور تھا۔ ﴿يَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾ اس کو مہلت دیتا ہے اور یہ بھی سورۃ مریم ہی کی آیت ہے۔ پس رحمانیت کے ساتھ مریمی صفات کا بہت گہرا تعلق ہے اور جب رحمٰن خدا ناراض ہو جائے تو پھر انسان اپنے بدانجام کو ضرور پہنچتا ہے اور اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ دیکھ لیتا ہے۔

اب سورۃ مریم ہی کی ایک اور آیت ہے۔ حیرت انگیز ہے کہ سورۃ مریم میں رحمانیت کا کس کثرت سے ذکر ہے ﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ پس بتا تو سہی کیا تو نے دیکھا ہے ایسا شخص ﴿كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا﴾ جس نے ہماری آیات کا انکار کیا ﴿وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا﴾ اور کہا مجھے ضرور مال اور اولاد عطا کی جائے گی۔ ﴿اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ کیا وہ غیب پر اطلاع پا گیا ہے یا رحمٰن خدا سے کوئی عہد کیا ہے یا رحمٰن خدا نے اس سے عہد

کیاہے۔اب دیکھیں سورۃ مریم میں پھر رحمانیت کاذکر اور یہ دیکھیں کہ جب رحمان خدا عہد کرتا ہے تو اس کو ضائع نہیں کرتا۔پس رحمان خدا نے حضرت مریم سے جو عہد کیا تھا دیکھو کس شان کے ساتھ اس کو پورا کیا اور اس عہد کو ضائع نہیں کیا۔فرمایا ﴿کَلاَّ. سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا﴾ خبردار ہم ضرور لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور ہم اس کے لئے عذاب کو بڑھاتے چلے جائیں گے۔(مریم:۸۰۔۷۸)

یہاں ’’لکھ رکھیں گے‘‘ کے مضمون کو اچھی طرح سمجھیں۔بار بار پہلے بھی مَیں عرض کر چکا ہوں کہ کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جہاں لکھا جاتا ہے جو ظاہری ورق ہو بلکہ لکھنے سے مراد دو باتیں ہوتی ہیں۔ایک تو یہ کہ فرض ہو گئی ہے کوئی اس لکھے کو مٹا نہیں سکتا۔پس اللہ تعالیٰ نے یہ باتیں فرض کے طور پر لکھ رکھی ہیں اور خدا کی کتابت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔دوسرے لکھ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال خاموشی میں نکلتے چلے جارہے ہیں۔اور اندھیروں میں چھپتے چلے جارہے ہیں لیکن کوئی اس کی بات ایسی نہیں ہے جو قیامت کے دن پھر اس کے سامنے پیش نہیں کی جائے گی۔پس ایسی کتاب ہے جس کے متعلق انسان کہے گا ﴿مَا لِهٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً﴾ کہ عجیب کتاب ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس میں لکھی ہوئی ہے اور بڑی سے بڑی بات بھی۔کسی بات کو یہ کتاب نہیں چھوڑتی۔پس انسان کو اپنے اعمال سے اس لحاظ سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ گویا وہ ماضی میں یا اندھیروں میں دفن ہو چکے ہیں۔مدفون اعمال پھر نکالے جائیں گے۔

حضرت امام بخاری صحیح بخاری میں بیان کرتے ہیں:

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں لوہار کے طور پر کام کیا کرتا تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا۔ایک بار مَیں قرض مانگنے اُس کے پاس آیا تو اُس نے کہا کہ مَیں ہرگز تیرا قرض واپس نہیں کروں گا یہاں تک کہ تُو محمدؐ کا انکار کرے۔اب بدبختی سے پاکستان کے مُلّاں بھی یہی کام کر رہے ہیں احمدیوں کے ساتھ۔قرض لیا ہو تو واپس نہیں کرتے۔کہتے ہیں تمہارا قرض واپس کرنا حرام ہے اور جب تک تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں نہیں دے گا اور ان کا انکار نہیں کرے گا ہم تیرا قرض واپس نہیں کریں گے۔یہ وہی باتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی ہو رہی تھیں۔

خبابؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کہ مَیں ہرگز آپؐ کا انکار نہیں کروں گا خواہ تُو ایک بار مرے اور پھر زندہ ہو کر بھی اس کا مطالبہ کرے۔وہ کہنے لگا کہ مَیں نے مرنے کے بعد زندہ ہونا ہی ہے‘‘۔یہ اس نے طنز کی بات کی تھی یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ یقین رکھتا تھا کہ مرنے کے بعد زندہ ہو جاؤں گا۔تو کہتا ہے ٹھیک ہے اگر مرنے کے بعد مَیں نے زندہ ہونا ہی ہے مال اولاد کی طرف لوٹوں گا تو تیرا قرض بھی چکا دوں گا۔حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَفَرَأَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَالرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلاَّ. سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا. وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَأْتِيْنَا فَرْدًا﴾۔

حیرت انگیز ہے سورۃ مریم ہی کی ایک اور آیت آگئی ہے ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا﴾ جب متقیوں کو رحمٰن کے پاس ایک وفد کی صورت میں لائیں گے ﴿وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ اور ہم مجرمین کو جہنم کے گھاٹ کی طرف ہانکتے ہوئے لے جائیں گے ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَالرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾(مریم:۸۶۔۸۸) کسی کے کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی۔سوائے اس کے کہ کسی نے رحمان خدا سے وعدہ لیا ہو۔شفاعت کا مضمون بھی رحمانیت ہی سے تعلق رکھتا ہے۔کوئی اور ذات شفاعت کی اجازت نہیں دے سکتی مگر رحمٰن خدا۔پس اگر رحمانیت سے ہم تعلق جوڑیں گے تو خدا کی شفاعت کے بھی امیدوار ہونگے۔

﴿قَالُوْا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ اور انہوں نے یہ کہا کہ رحمان نے ایک بیٹا بنا لیا ہے ﴿لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا﴾(مریم:۸۹۔۹۰) تم بہت ہی بری بات لے کے آئے ہو۔اب کفار مکہ اس لحاظ سے عیسائیوں سے بہتر تھے کہ وہ کہتے تھے خدا نے، رحمان نے بیٹا بنا لیا ہے خود بیٹا پیدا کرنے کا الزام نہیں لگاتے تھے لیکن عیسائیوں نے حضرت مسیح کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور یہ آیت بھی دیکھئے سورۃ مریم ہی میں موجود ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ﴿مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ ۲۵پارہ سورۃ الزخرف اخیر رکوع میں ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی وہ شفیع ہوگا جو آج کل حق کی گواہی دے رہا ہے اور اسے سب جانتے ہیں یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ‘‘۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

’’اور کہتے ہیں کہ رحمان نے حضرت مسیحؑ کو بیٹا بنا لیا ہے۔یہ تم نے اے عیسائیو! ایک چیز بھاری کا دعویٰ کیا ہے‘‘۔یعنی بہت بھاری چیز کہی ہے، بہت بڑا گناہ کیا ہے۔’’نزدیک ہے جو اس سے آسمان و زمین پھٹ جاویں اور پہاڑ کانپنے لگیں کہ تم انسان کو خدا بناتے ہو۔پھر بعد اس کے جب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا اس خدا بنانے میں یہودی لوگ جو اوّل وارث توریت کے تھے، جن کے عہدِ عتیق کی پیشگوئیاں سراسر غلط فہمی کی وجہ سے پیش کی جاتی ہیں، کیا کبھی انہوں نے جو اپنی کتابوں کو روز تلاوت کرنے والے تھے اور ان پر غور کرنے والے تھے اور حضرت مسیح بھی ان کی تصدیق کرتے تھے کہ یہ کتابوں کا مطلب خوب سمجھتے ہیں ان کی باتوں کو مانا۔کیا کبھی انہوں نے ان بہت سی پیش کردہ پیشگوئیوں میں سے ایک کے ساتھ اتفاق کر کے اقرار کیا کہ ہاں یہ پیشگوئی حضرت مسیح کو خدا بتاتی ہے‘‘۔

اب عیسائیوں کا یہ طریق ہے کہ پرانی بائبل کے حوالہ سے بہت سی پیشگوئیوں کا بگاڑ کر یہ مطلب نکالتے ہیں مگر جن پر یہ کتابیں نازل کی گئیں یعنی یہود کی قوم انہوں نے ایک دفعہ بھی حضرت مسیح کے اوپر ان پیشگوئیوں کا اطلاق نہیں کیا، سو فیصدی ایک بار بھی اطلاق نہیں کیا تو جن پر وہ کتاب نازل ہوئی تھی کیا ان کو تو سمجھ نہیں آئی اور بعد میں عیسائیوں کو اس کی سمجھ آگئی۔’’ایک دانا سوچ سکتا ہے کہ اگر حضرت مسیح سے ان کو کچھ بخل اور بغض پیدا ہوتا تو اس وقت پیدا ہوتا جب حضرت مسیح تشریف لائے‘‘۔یعنی مسیح تشریف لے آئے اس وقت تو کہا جا سکتا ہے کہ بخل کی وجہ سے اور عناد کی وجہ سے ان کا انکار کیا لیکن پہلے تو وہ بڑی محبت سے ان کا انتظار کیا کرتے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے انکار کیا۔اس لئے کہ بائبل میں ان کے نزدیک ان کے آنے کی کوئی بھی ایسی پیشگوئی نہیں تھی جو آپ کی ذات میں پوری ہوئی ہو۔پس یہ تمام باتیں ہیں۔جنگ مقدس میں سے یہ عبارت لی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمان خدا کے متعلق سب سے بڑا جھوٹ بولنے والی قوم اس زمانہ میں عیسائی قوم ہے اور سب سے زیادہ ظلم کرنے والے عیسائی لوگ ہیں اور اسی لئے ان سے وعدہ ہے بالآخر کہ اس قسم کا ان کو عذاب دیا جائے گا کہ اس سے پہلے کبھی کسی قوم کو یہ عذاب نہیں دیا گیا۔

دو جنگیں تو آپ دیکھ چکے ہیں اب تیسری جنگ کو آپ دیکھ لیں اگر آپ زندہ رہے، دعا میری یہی ہے کہ ہمیں اس خوفناک تباہی کو دیکھنے سے پہلے اللہ اٹھا لے ورنہ بہت بڑی تباہی آنے والی ہے۔پس رحمان کے انکار کے نتیجہ میں ساری بربادیاں آنے والی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمانیت کے سائے تلے رکھے، ہمارے گناہ بخشے اور ہمیں اپنے فضل کے ساتھ اپنی رحمانیت کے سائے تلے اٹھائے۔